44

ہر مومن خلیفۃ اللہ ہے

(فرمودہ ۱۷ مارچ ۱۹۲۲ء)

تشہد و تعوذ اور سورۂ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور نے فرمایا۔

میں نے بارہا اپنے احباب کو اس امر کی طرف توجہ دلائی ہے۔ اور اب پھر دلاتا ہوں۔ کہ ہم نے ایک خاص اور اہم کام اپنے ذمہ لیا ہے۔ اور یہ فیصلہ کر لیا ہے کہ ہمیں یہ کام کرنا ہے۔ اور نہ صرف یہ کہ ہم نے کرنا ہے بلکہ یہ کہ ہماری ترقی ہماری بہبودی اور ہماری کامیابی کے لئے اس کا پورا ہونا از بس ضروری ہے۔ پھر یہی نہیں۔ بلکہ اس سے زیادہ یہ کہ اگر ہم اس کام کو نہ کریں گے تو ہماری ناکامی اور نامرادی کا ٹھکانا نہیں۔ وہ کام کیا ہے؟ یہی کہ اسلام کو یعنی خدا تعالیٰ کی فرمانبرداری کو اور خدا تعالیٰ سے تعلق کے رشتہ کو ہم اپنی ذاتوں میں ہی مضبوط نہ کریں گے بلکہ دوسروں میں بھی اسے قائم کریں گے۔ اور ان کے دلوں میں اس رشتہ کو مضبوط کر دیں گے۔ یہ کام کوئی معمولی کام نہیں پھر یہ کوئی ایک دن میں یا دو دن میں یا تین دن میں ہونے والا کام نہیں اور کسی معمولی کوشش کے نتیجہ میں اس میں ہم کامیاب نہیں ہو سکتے۔ بلکہ یہ بہت بڑا کام ہے۔ جو ایک نسل کے کرنے کا بھی نہیں دو نسلوں کے کرنے کا بھی نہیں۔ بلکہ یہ ایسا کام ہے۔ کہ ہر نسل جو آئے گی۔ اسی کا یہ کام ہو گا۔ کیونکہ یہ کام جو ہم نے اختیار کیا اور اپنے ذمہ لیا ہے۔ اور ذمہ کیا لیا ہے۔ جس دن ہم پیدا بھی نہیں ہوئے تھے اسی دن سے ہمارے ذمہ ڈالا گیا ہے کہ بنی نوع انسان کی پیدائش کی غرض ہی یہ ہے کہ یہ کام کرے اور اگر یہ کام نہ ہوتا تو خدا بندہ کو پیدا ہی نہ کرتا۔ پس انسان کی پیدائش کی غرض ہی یہ ہے کہ خود خدا تعالیٰ سے تعلق پیدا کرے اور دوسروں کو تعلق پیدا کروائے۔ اسی کا نام دین ہے یہی اسلام ہے۔ اسی کو مذہب کہا جاتا ہے۔ اس سے باہر نہ کوئی مذہب ہے۔ نہ سلسلہ ہے۔ نہ دین ہے پس ہماری اور نہ صرف ہماری بلکہ ہمارے باپ دادوں کی بھی پیدائش سے پہلے یہ کام ہمارے ذمہ رکھا گیا ہے۔ اور یہ ایسا کام ہے۔ کہ اس کو بدلنے کے ہم مجاز نہیں ہیں۔ دنیا میں ایسا ہوتا ہے کہ جس کام کو جی نہ چاہے اسے چھوڑ کر دوسرا اختیار کر لیا جاتا ہے۔ مثلاً اگر کوئی زراعت کرنا نہیں چاہتا تو زمین بیچ کر تجارت شروع کر دیتا ہے۔ اگر کوئی تجارت کرنا نہیں چاہتا تو مال فروخت کر کے

روپیہ زمین داری میں لگا دیتا ہے۔ پھر یہ بھی ممکن ہے کہ کوئی شخص ان دونوں کو پسند نہ کرے۔ وہ کوئی ہنر اور پیشہ سیکھ کر اس سے زندگی بسر کرتا ہے۔ پھر ہو سکتا ہے کہ کوئی آزاد پیشہ اختیار نہ کرے نوکری کر لے۔ پھر ان کے علاوہ ان کاموں کی اور تقسیمیں ہیں ایک زمیندار کی مرضی ہے کہ چاہے گیہوں بوئے۔ چاہے روئی۔ ایک تاجر کی مرضی ہے کہ خواہ کپڑے کی تجارت کرے خواہ غلہ کی پرچون کی تجارت کرے، مشینوں کی کسی چیز کی کرے اس کی مرضی ہے۔ اسی طرح ایک ملازم کا اختیار ہے کہ اگر اس کا دل چاہے تو ریلوے میں نوکری کرے۔ اور اگر اس کو پسند نہیں کرتا تو ڈاک خانہ میں کر لے۔ اگر اس کو بھی پسند نہیں کرتا تو کچہری میں کر لے۔ یہی حال پیشوں کا ہے۔ چاہے کوئی نجاری کرے یا معماری۔ چاہے کوئی ڈاکٹری کرے یا وکالت اختیار کرے۔ کوئی پیشہ اختیار کرے۔ یہ اس کے اختیار کی بات ہے۔ مگر یہ کام جو ہمارے سپرد ہوا ہے۔ یہ ان کاموں میں سے نہیں ہے جن کو بدلا جا سکتا ہے۔ اس کا بدلنا ہمارے اختیار میں نہیں ہے۔ جس طرح کسی کے اختیار میں یہ تو ہے۔ کہ جو پیشہ چاہے اختیار کرے۔ اور جو کام پسند کرے وہ کرے لیکن کسی کے اختیار میں نہیں ہے کہ قانون قدرت نے جو ذرائع ان پیشوں اور کاموں میں کامیابی کے حصول کے مقرر کئے ہیں ان کو چھوڑ کر اور طرف نکل جائے۔ یہ بات تو اس کے اختیار میں ہے کہ ایک دفتر کی کلرکی نہیں کرنا چاہتا۔ تو دوسرے کی کر لے۔ مگر وہ یہ نہیں کر سکتا کہ آنکھوں سے لکھے اور ہاتھوں سے دیکھے۔ اسی طرح اس بات میں ہمارا اختیار نہیں ہے کہ اس زندگی کا اصل مقصد کوئی اور قرار دے لیں۔

انسان کی زندگی کی مثال اس مسافر کی طرح ہے۔ جس کو ایک جگہ بتا دی جائے۔ اور کہہ دیا جائے کہ تم فلاں جگہ پہنچو۔ اور اسے راستہ میں ٹھہرنے اور گذرنے کی منزلیں بھی بتا دی جائیں۔ اب اسے یہ تو آزادی ہے۔ کہ سڑک کے خواہ دائیں پہلو پر چلے یا بائیں پر۔ اور یہ بھی وہ کر سکتا ہے کہ کسی جگہ ٹھہر کر آرام کرے۔ لیکن یہ نہیں کہ جہاں اسے پہنچنا ہے۔ اسے چھوڑ کر کسی اور طرف چل پڑے۔ اسی طرح انسان کی مثال ہے۔ انسان کو بتا دیا گیا ہے۔ کہ اسے خدا تعالیٰ کو ملنا اور اس تک پہنچنا ہے۔ اس کے لئے اسے راستہ اور راستہ کی منزلیں بتا دی گئی ہیں۔ کہ اس طریق سے جانا ہے اور یہ شریعت ہے۔ باقی اسے آزادی دے دی گئی ہے کہ عمدہ کپڑے پہنو یا ادنیٰ۔ اعلیٰ کھانا کھاؤ یا معمولی جو میسر ہو اسے جس رنگ میں چاہو استعمال کرو۔ مگر اصل مقصد کو نہیں بھولنا۔ اور اس کی مقررہ منزلیں نظر انداز نہیں کرنیں۔ یعنی احکام شریعت کو نہیں چھوڑنا۔ ان میں کوئی تبدیلی نہیں کر سکتا پس انسانی زندگی کا یہ ایسا مقصد ہے جس میں آدم سے لیکر اب تک کوئی تبدیلی نہیں کر سکا۔ دنیا نے بڑی ترقی کی ہے۔ اور بڑی بڑی اہم باتوں میں کامیابی حاصل کی ہے۔ مگر اس میں کوئی تبدیلی نہیں کر سکا۔ پھر یہ ایسا مقصد نہیں ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے حاصل کر لیا تو اور کسی کو اس

کے حاصل کرنے کی ضرورت نہیں یا اس کے لئے اس کا حاصل کرنا ضروری نہیں۔

اسلام میں کفارہ نہیں یہ نہیں کہ ایک کامیاب ہوگیا تو دوسروں کو اس کی کامیابی سپرد کر دی جائے گی۔ جہاں اسلام یہ اجازت نہیں دیتا کہ ایک جرم کرے تو دوسرے کو پکڑ لیا جائے۔ اسی طرح یہ بھی جائز نہیں رکھتا کہ ایک اعمال کرے تو دوسرے کو اس میں سے حصہ مل جائے۔ حضرت مسیحؑ کہتے ہیں میرے پیچھے وہی آسکتا ہے۔ جو اپنی صلیب آپ اٹھائے۔ا۔ یعنی خود عمل کرے۔ اسلام بھی یہی کہتا ہے جو حضرت مسیح نے تمثیلی رنگ میں کہا کہ وہی انسان اپنے مقصد کو پہنچ سکتا ہے جو اپنی صلیب آپ اٹھائے۔ دوسرے کے اٹھانے سے نہیں پہنچ سکتا۔ پس رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ترقی یا آپ کے صحابہ کی ترقی کی وجہ سے دوسرے یہ نہیں کہہ سکتے کہ ہمارا کام پورا ہوگیا۔ بلکہ ہر ایک کو اس کے لئے خود کوشش کرنی چاہیئے۔ اور جب تک ہر ایک کوشاں نہ ہوگا اس میں کامیابی نہیں ہوگی۔ مگر میں دیکھتا ہوں کہ لوگ ناموں سے دھوکہ کھاتے ہیں۔ وہ جب یہ سنتے یا پڑھتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فلاں کام کیا تو کہتے ہیں۔ وہ تو خدا کے رسول تھے جو کام انہوں نے کیا وہ ہمارے کرنے کا نہیں ہے۔ گویا اس کا مطلب یہ ہوا کہ خدا تعالیٰ نے رسول کریمؐ پر تو اس کام کے کرنے کا بوجھ رکھا تھا اور نعوذ باللہ ان پر ناراضگی تھی کہ ان کے لئے شرط لگا دی کہ یہ کام کرو گے تو جنت ملے گی۔ مگر یہ خدا کے ایسے پیارے ہیں۔ کہ ان کے لئے خدا نے کوئی کام نہیں رکھا۔ بجائے اس کے کہ اگر یہ کہتے کہ ہمارے لئے خدا تعالیٰ نے یہ کام رکھے ہیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان سے آزاد تھے۔ تو اگرچہ یہ بھی غلط ہوتا مگر ایک بات تو تھی۔ چنانچہ صحابہ میں سے جو ابھی اعلیٰ مقام پر نہ پہنچے تھے انہوں نے کہا کہ یا رسول اللہ آپ کیوں اس قدر عبادت کرتے ہیں۔ آپ تو خدا کے پیارے اور محبوب ہیں۔ یہ ایسی بات ہے جو بظاہر کہی جا سکتی ہے مگر یہ بھی غلط تھی۔ کہ آپ کو عبادت کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ مگر یہ غلطی ایسی تھی کہ جس کے متعلق ٹھوکر لگ سکتی تھی۔ اس کے متعلق رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اگر میں ایسے مقام پر پہنچ گیا ہوں کہ مجھے اعمال کی ضرورت نہیں ہے تو میرا کام ہے کہ میں خدا تعالیٰ کی اور زیادہ عبادت کروں کہ خدا تعالیٰ کا مجھ پر یہ احسان ہوا ہے۔ اور اگر مجھے اعمال کی ضرورت ہے۔ تو بھی میرا کام ہے کہ خدا تعالیٰ کی عبادت کروں تاکہ مجھ پر اور فضل نازل ہوں۔۲۔

اس سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بتا دیا کہ دونوں حالتوں میں انسان باہر نہیں رہ سکتا۔ جب تک اسے خاص مقام حاصل نہیں ہوتا۔ اس وقت تک تو اس لئے لگا رہے کہ وہ مقام حاصل ہو۔ اور جب حاصل ہو جائے تو اس لئے لگا رہے۔ کہ خدا تعالیٰ کا یہ مجھ پر فضل ہوا ہے۔

پس خدا تعالیٰ کا فضل ہونے پر کام اور زیادہ کرنا چاہیئے۔ نہ کہ چھوڑ دینا چاہیئے۔ رسول کریم

صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے دونوں حالتوں کے متعلق یہی رکھا ہے۔ مگر بہت لوگ ہیں۔ جو رسول کے لفظ سے دھوکا کھا جاتے ہیں۔ کہ آپ تو رسول تھے۔ آپ کا فرض تھا کہ اس طرح کرتے بعض لوگ کہتے ہیں۔ یہ پیروں اور صوفیوں کا کام ہے۔ ہمارا کام نہیں۔ اور ہماری جماعت کے لوگ سمجھتے ہیں یہ خلیفہ کا کام ہے۔ حالانکہ خلیفہ کا کام کے یہ معنی ہیں کہ خلیفہ کام کو ایک انتظام میں لائے نہ یہ کہ سب اسی کا کام ہے۔ اور باقی سب لوگ آزاد ہیں۔ دیکھو ایک گھر میں خاوند بیوی بچے ہوتے ہیں لیکن خاوند کے خاوند کہلانے کے یہ معنی نہیں ہوتے کہ باقی گھر کے سب آدمی کام چھوڑ بیٹھیں اور سارے کام خاوند کو کرنے پڑیں۔ بلکہ بیوی بچے بھی گھر کے کاموں کے ذمہ وار ہوتے ہیں۔ تمام گھروں میں یہ تسلیم شدہ امر ہے۔ اور کوئی یہ نہیں مانے گا کہ میں خاوند ہوں اس لئے سب کام کرنا میرا ہی فرض ہے۔ بلکہ عام طور پر تو یہ ہوتا ہے کہ لوگ زیادہ تر کام بیوی بچوں سے کراتے ہیں۔ اور اپنے آپ کو حاکم سمجھتے ہیں۔ مگر دین کے معاملہ میں کہتے ہی کہ سب خلیفہ کا کام ہے۔ ہمیں کام کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ گویا بالکل الٹ نقشہ ہے۔ کیا خاوند کے ہاتھ میں گھر کی حکومت آنے سے گھر کے دوسرے لوگوں کا کام بند ہو جاتا ہے۔ اس کے تو یہ معنی ہوتے ہیں کہ وہ سب کے کام تقسیم کردے۔ اور اگر کوئی غلطی کرتا ہے تو اسے تنبیہہ کرے۔ اسی طرح خلیفہ کے تعیین سے اللہ کا یہ منشاء نہیں کہ سب کو آزاد کر کے سب کام اس کے ذمہ لگا دیئے جائیں۔ بلکہ یہ ہے کہ وہ کام تقسیم کرے اور اس کی نگرانی کرے۔

لوگ پوچھتے ہیں کہ قرآن کریم میں یہ کیوں آیا ہے کہ اللہ تم کو خلیفہ مقرر کرے گا۔ اس سے بعض نادانی سے یہ استدلال کرتے ہیں کہ ایک خلیفہ کی ضرورت نہیں۔ انجمن ہونی چاہیئے اور بعض کہتے ہیں اس کا یہ مطلب ہے کہ ہم خلیفہ مقرر کریں گے۔ اور باری باری مقرر کریں گے۔ مگر یہ دونوں معنی غلط ہیں۔ صحیح معنے یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہی خلیفہ مقرر ہوتا ہے۔ پھر اور مقرر ہوتا ہے۔ پھر اور اس لئے جمع کا لفظ آیا ہے پھر اس لحاظ سے جمع کا صیغہ آیا ہے کہ جو بندہ دنیا میں موجود ہے۔ اور خدا کا بندہ کہلاتا ہے وہ خدا کا خلیفہ ہوتا ہے۔ اس کا فرض ہے کہ خدا تعالیٰ کے احکام دنیا میں جاری کرے۔ اور دوسروں تک پہنچائے۔ اس لحاظ سے ہر مومن خلیفہ ہے۔ اور جسے خدا مقرر کرتا ہے۔ وہ الگ خلیفہ ہے۔ پس خدا تعالیٰ کے احکام جاری اور قائم کرنے کے لئے ہر ایک مومن خلیفہ ہے۔ اور جب تک ہماری جماعت کا ہر ایک فرد یہ نہ سمجھے کہ وہ خلیفہ ہے۔ اس وقت تک کامیابی نہیں ہو سکتی۔ جب تک لوگوں میں یہ مادہ پایا جاتا ہے کہ بعض پر کام چھوڑ کر آپ غافل بیٹھ رہتے ہیں۔ اس وقت تک ان کے تباہ و برباد ہونے میں کوئی شک نہیں۔ لیکن جب یہ احساس پیدا ہو جائے گا کہ ہر ایک سمجھ لے یہ میرا ہی کام ہے۔ تو اس وقت ایسی قوت اور طاقت پیدا ہو

جائے گی کہ جسے کوئی توڑ نہیں سکے گا۔ اس وقت اس دیو کی مثال ہوگی جس کا قصہ بچپن میں پڑھا کرتے تھے۔ کہ ایک ایسا دیو ہے کہ اگر اس کا سر کاٹ دیا جائے تو دس اور نکل آتے ہیں۔ یہ تو قصہ ہی ہے۔ مگر اس جماعت کا حال یہی ہوگا کہ اگر ایک کو کاٹا جائے گا تو دس نکل آئیں گے۔ مگر جو یہ کہتے ہیں کہ فلاں یہ کام کریں۔ ان میں سے جب وہ لوگ نہیں رہتے جن کے ذمہ کام سمجھ کر اپنے آپ کو آزاد سمجھا جاتا ہے تو جماعت ٹوٹ جاتی ہے۔ کوئی جماعت کامیاب اسی وقت ہوتی ہے جبکہ اس کا ہر فرد سمجھتا ہو کہ سلسلہ کا چلانا اور کام کو جاری رکھنا میرے ذمہ ہے ہاں انتظام اور نگرانی کرنا ایک کے سپرد ہے۔

خلافت کا قیام جماعت کے اجتماع کے لئے ہے۔ نہ اس لئے کہ ایک کے ذمہ سارا کام ہو جاتا ہے۔ اور باقی آزاد ہو جاتے ہیں۔ یہ بات ہے جو میں چاہتا ہوں کہ ہماری جماعت کے لوگ سمجھیں۔ ایک ادنیٰ سے ادنیٰ اور جاہل سے جاہل انسان میں بھی یہ جوش اور خیال ہونا چاہئیے کہ میں خلیفہ ہوں اور خدا کے دین کی اشاعت کا کام میرے ذمہ لگایا گیا ہے اگر ہماری جماعت میں یہ احساس پیدا ہو جائے۔ تو میں سمجھتا ہوں کہ اب تو زیادہ جماعت ہے اگر اس کا چوتھا نہیں ہزارواں حصہ بھی جماعت ہوتی تو دنیا کو فتح کرنے کا کوئی فکر نہ ہوتا لیکن اب یہ جو حالت ہے کہ اکثر لوگ سمجھتے ہیں اشاعت دین خلیفہ کا کام ہے۔ یا ناظر یا اور لوگ اس کے ذمہ وار ہیں۔ اس صورت میں اگر ۱۰ کروڑ بھی اور لوگ شامل ہو جائیں۔ تو کچھ نہیں کر سکتے۔ حضرت مسیح موعود فرمایا کرتے تھے کہ اگر چالیس آدمی مل جائیں تو دنیا فتح ہو سکتی ہے۔ مگر اس کے ساتھ ہی آپ یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ جماعت کی تعداد ۴ لاکھ تک پہنچ چکی ہے۔ پھر چالیس آدمی کیسے چاہتے تھے؟ ایسے ہی کہ جن میں سے ہر ایک یہی کہے کہ اشاعت اسلام کا کام میرے سپرد ہے۔ اور میں ہی اسے پورا کرنے کا ذمہ وار ہوں اب بھی اگر ایسے چالیس آدمی مل جائیں تو دنیا کا فتح کرنا مشکل نہیں چند دن میں دنیا کا نقشہ بدلا جا سکتا ہے۔ لیکن اگر ایسے غافل لوگ جن کی عادتیں اس رنگ کی ہیں۔ جس طرح چند پیسے چوکیدار کو دیکر اپنے آپ کو امن میں سمجھ لیتے ہیں یا جن کی مثال اس کبوتر کی سی ہے جو بلی سے بچنے کے لئے آنکھیں بند کر کے بیٹھ رہتا ہے۔ یہ خواہ کتنے بھی ہوں کچھ نہیں کر سکتے۔ جب تک ہر شخص کے دل میں یہ امنگ اور یہ جوش نہ ہو کہ میں خدا کے دین کو دنیا میں پھیلاؤں گا اس وقت تک کامیابی نہیں ہو سکتی۔ ایسے جوش والے اگر چالیس آدمی بھی پیدا ہو جائیں تو چند ہی دن میں عظیم الشان تغیر کر سکتے ہیں۔

مگر میں افسوس کرتا ہوں کہ بار بار توجہ دلانے کے باوجود ابھی تک یہ احساس پیدا نہیں ہوا اور لوگ یہی سمجھے بیٹھے ہیں کہ کام کے ذمہ دار خلیفہ یا دو چار شخص ہیں۔ حالانکہ خلیفہ کا کام تو یہ ہے کہ نگرانی کرے اور دوسرے کے سپرد کام کرے۔ جو سب کے سب اپنے آپ کو کام کے ذمہ وار

سمجھیں لیکن ہماری جماعت کے لوگوں کی موجودہ حالات ایسی ہے جیسے ایک فوج کے افسر مقرر ہوں کرنل جرنیل۔ اس پر سپاہی لڑائی چھوڑ کر بیٹھ رہیں کہ جرنیل جو مقرر ہو گیا ہے وہی لڑے گا۔ کیا کوئی ایسی فوج کامیاب ہو سکتی ہے؟ جب تک ہر سپاہی یہ نہ سمجھے کہ ملک کو بچانے کی ذمہ واری اس پر بھی ویسی ہی ہے جیسے جرنیل پر ہے اس وقت تک کامیابی نہیں ہو سکتی۔ جرنیل کا کام تو یہ ہوتا ہے اور اس لئے مقرر کیا جاتا ہے کہ سپاہی کو بتائے کہ اسے کہاں کھڑا ہونا چاہیئے۔ اور کس طرح کام کرنا چاہیئے۔ نہ یہ کہ سپاہی پر کام کی ذمہ واری نہیں رہتی۔ اسی طرح مذہبی جماعت میں جب تک یہ احساس نہ ہو کہ اس کا ہر فرد اپنے آپ کو اشاعت اسلام کا ذمہ وار سمجھے۔ اس وقت تک کامیابی نہیں ہو سکتی اور اس وقت تک اس کے تمام دعوے باطل اور تمام کامیابی موہوم ہے۔

ہم میں سے ہر شخص سمجھ لے کہ اشاعت اسلام اسی کا کام ہے کسی اور کا نہیں ہے۔ جب ایسے لوگ پیدا ہو جائیں گے تو کوئی چیز ان کے سامنے روک نہ بن سکے گی نہ ان کے سامنے مال نہ ان کے سامنے تکالیف نہ حکومتیں نہ فوجیں غرض کہ کوئی چیز نہ ٹھہر سکے گی۔ وہ ڈائنا میٹ کی طرح ہونگے۔ جو پہاڑوں کو اڑا کر پھینک دیتا ہے۔ گو وہ تھوڑے ہونگے لیکن بارود بھی تھوڑا سا ہی پہاڑ اڑا دیتا ہے۔ یہ روح ہماری جماعت کو پیدا کرنی چاہیئے۔ اس کے بغیر کامیابی نہیں ہو سکتی۔

خدا تعالیٰ ہماری جماعت کو توفیق دے کہ وہ اپنے فرض کو سمجھے۔ اور ان میں ایسی روح پیدا ہو کہ ہر ایک فرد سمجھ لے کہ دین کی اشاعت کا ذمہ وار میں ہی ہوں۔ اور اس کو پورا کرنے میں لگ جائے۔

(الفضل ۲۳ مارچ ۱۹۲۲ء)

❀ ❀ ❀

۱۔ متی

۲۔ بخاری کتاب التہجد باب قیام النبی صلی اللہ علیہ وسلم حتی ترم قدماہ